ڈاکٹر محمد یوسف خشک

سچل سرمست کی اردو شاعری اور اس کے مرتبین

Sachal Sarmast' Urdu Poetry and its Compiler

Abstract:

Dr. Muhammad Yousuf Khushk, Chairman, Urdu Department, Shah Abdul Latif University, Kahirpur Mirs, Sindh.

In various times Sindhi, Persian Siraeekee and Urdu poetry of the eminent Pakistani Poet Sachal Sarmast has brought on the scene by various compilers and his lovers. These compilers and lovers have made self-internal changes especially in Sachal's Urdu Poetry. How these changes have been done and how these changes have affected the original language and message of Sachal Sarmast's? In this article light is throughn on these points with the help of basic sources.

سچل سرمست کی سندھی، فارسی، سرائیکی اور اردو شاعری کو مختلف اوقات میں سچل سے اپنائیت اور محبت رکھنے والے افراد منظر عام پر لاتے رہے ہیں، جس میں ان کے جذبہ محبت اور عقیدت میں تو کسی شبہ کی گنجائش نہیں رکھنی چاہیئے لیکن اس محبت میں جو والہانیت اور حد سے زیادہ عقیدت کا اظہار کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اس معصومیت کی وجہ سے سچل کی اردو شاعری میں جو بے جا تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں ان تبدیلیوں سے کس طرح کلامِ سچل کی اصل زبان، لطف اور پیغام متاثر ہوا ہے؟ اس مقالے میں ان میں سے چند تبدیلیوں کی نشاندہی بہ طور نمونہ پیش کی جارہی ہے تاکہ مستقبل میں سچل کی اردو شاعری و زبان اپنی اصل شکل وصورت میں قائم و دائم رہ سکے۔

ہر مرتب، ادیب و شاعر نے یہی سوچ کر سچل کی اردو شاعری میں تبدیلیاں کیں تاکہ قارئین سچل کی شاعری کو بہتر اور وقت کے ساتھ دوڑتا ہوا محسوس کریں اور دور جدید کے اردو شعرا میں سچل کا رتبہ کسی بھی حوالے سے کم نہ دکھائی دے، لیکن اس زاویے کو سامنے رکھ کر جو

بھی تبدیلیاں کی گئیں انہوں نے آج کل کی اردو شاعری کا رتبہ بلند دکھانے کے بجائے اس میں شکوک وشبہات پیدا کر دیئے ہیں۔

شاعری کا براہ راست تعلق زبان سے ہوتا ہے اور علم لسانیات سے واقف حضرات یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ زبان جان دار ہے۔ جس طرح معاشرہ، مزاج اور لوگوں کے استعمال میں آنے والی اشیا ''نسل در نسل'' تبدیل ہوتی ہیں اس طرح زبان بھی وقت کے ساتھ اپنے مزاج کو تبدیل کرتی ہے جس کی وجہ سے اس میں پرانے الفاظ ختم ہوتے رہتے ہیں اور نئے الفاظ جنم لیتے رہتے ہیں۔

جس طرح انسان میں بچپن، جوانی، بڑھاپا بالاخر اسے موت واقع ہوتی ہے اور بعد میں اگر اولاد موجود ہے تو اس کا نام کچھ عرصے تک زندہ رکھتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ وہ بھی ختم ہو جاتا ہے تو بالکل اسی طرح زبان میں بھی یہ تمام مراحل پائے جاتے ہیں، جان دار کے جسم کی طرح وہ بھی بڑھتی اور کم ہوتی رہتی ہے، اس میں بھی نئے الفاظ، اصطلاحیں، استعارے پیدا ہوتے رہتے ہیں جو شروع میں بالکل نئے ہوتے ہیں لیکن بعد میں روانی کے ساتھ مستعمل ہونے کی وجہ سے عام ہو جاتے ہیں جسے ہم لفظ یا اصطلاح کی جوانی بھی کہہ سکتے ہیں اور وقت گذرنے سے یہی الفاظ بوڑھے ہو جاتے ہیں یعنی ان کا استعمال کم ہونے لگتا ہے اور بالاخر وہ زبان سے ختم (متروک) ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں ایسی کوئی زبان نہیں جس میں الفاظ مرنے اور پیدا ہونے کا سلسلہ نہ رہا ہو، لیکن مرنے والے الفاظ کی تعداد زیادہ اور پیدا ہونے والوں کی کم ہو تو جس طرح اقوام ختم ہو جاتی ہیں۔ اس طرح زبانیں بھی اپنا وجود کھو بیٹھتی ہیں۔ جہاں تک الفاظ کے ختم یا متروک ہونے کا تعلق ہے تو اس کی کئی ساری وجوہات ہیں۔ مثلاً جو اشیاء، ریتیں رسومات استعمال سے خارج ہو جاتی ہیں، تو ان سے وابستہ الفاظ بھی زبان سے خارج ہو کر مر جاتے ہیں، مثلاً خان بہادر، رائے بہادر جیسے خطابات بند ہو گئے تو یہ الفاظ بھی مر گئے لیکن ہز ہائینس کا خطاب ابھی تک موجود ہے تو یہ لفظ بھی زندہ ہے۔ اس طرح اسکولوں و کالجوں کے ساتھ مدرسے بھی قائم رہے تو یہ لفظ بھی زندہ ہے۔ بہت سارے الفاظ مشکل تلفظ ہونے کی وجہ سے جلد ختم ہو جاتے ہیں، مثلاً ''تد'' کی جگہ ''تب'' آسان ہے تو ''تب'' زیر استعمال ہے اور ''تد'' ختم ہو گیا یا ''بتنگڑ'' کی جگہ ''مبالغہ'' زیادہ آسان ہے تو بتنگڑ اب کم استعمال ہوتا ہے۔

اس طرح لغت میں وسعت پیدا کرنے کی خاطر موجود الفاظ کو آپس میں ملا کر نئے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً: علم + دوست = علم دوست، ہتھکڑی وغیرہ یا دوسری زبانوں سے بھی الفاظ بطور ادھار لے کر ان میں اپنی مرضی سے تبدیلی کر کے زبان کو وسیع کیا جاتا ہے یا پھر کسی لفظ کا تلفظ پورا نہ سننے کی وجہ سے بولتے وقت غلط طریقے سے ادا کیا جاتا ہے اور وہ زبان کا حصہ بن جاتا ہے، یا بالکل نئے الفاظ بھی داخل کیے جاتے ہیں۔ یہ الفاظ زیادہ تر ان اشیا کے ساتھ آتے ہیں جو ہماری ایجاد نہیں ہوتی ہیں، مثلاً گلاس، اس سے مراد شیشے کا گلاس ہے۔ اب اگر عام آدمی سے اس کا اردو یا سندھی لفظ پوچھا جائے تو نہیں بتا سکے گا۔ اس لیے کہ یہ چیز بہت عرصہ پہلے اس شکل میں باہر سے آئی اور اپنے ساتھ اپنا نام بھی لے آئی تھی اور اس کے مستقل استعمال کی وجہ سے ہم نے اپنی مقامی چیز کو اور اس وابستہ لفظ کا استعمال کم کر کے بند کر دیا، جس کی وجہ سے وہ لفظ ختم ہو گیا اور اس لفظ گلاس کو ہم نے اپنا بنا لیا۔ ہمارے مفکرین اس طرح کی چیزوں کے لیے جو سرے سے ہماری نہیں ہوتیں ان کے لیے نئے الفاظ بناتے بھی رہتے ہیں۔ مثلاً ڈنمنس کے لیے حیاتیات، اینٹی کرپشن کے لیے انسداد بدعنوانی وغیرہ۔

الفاظ میں معنوی تبدیلیاں، صوتی تبدیلیاں اور صرفی ونحوی تبدیلیاں بھی وقت کے ساتھ رونما ہوتی ہیں۔ علم لسانیات کے حساب سے زبان میں یہ پیدا ہونے والی تبدیلیاں صحتِ زبان کی علامت ہوتی ہیں، یہ تبدیلیاں اک دم نہیں بلکہ غیر محسوس طریقے سے زیرِ استعمال رہنے کے بعد مستقل ہو جاتی ہیں۔ اسی بنا پر محققین شاعری ونثر کو زبان کے حوالے سے ادوار میں تقسیم کرتے ہیں اور اسی کی وجہ سے یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ جب آپ کسی شاعر یا نثر نگار کے متعلق کچھ لکھنا چاہیں تو نہ صرف اس کی نثر یا شاعری کو پڑھیں بلکہ اس دور کی تاریخ، موصوف کا معاشرہ اس کے ہم عصرین، عوامی زبان اور ادبی زبان کا مطالعہ کر کے پھر اپنی رائے یا تنقید کو منظر عام پر لائیں تا کہ آنے والی نسلوں تک صحیح پیغام پہنچ سکے۔ جب کہ سچل سرمست کے زیادہ تر عقیدت مندوں اور اس کے پیغام کو منظر عام پر لانے والوں نے اس چیز کا خیال نہیں کیا اور یہ سوچے سمجھے بغیر کہ سچل کس زمانے کا اردو شاعر تھا؟ اس زمانے میں اردو اپنی عمر کے کس حصے میں داخل تھی؟ کون سے الفاظ مستعمل تھے؟، کے بجائے انہوں نے سچل کی اردو شاعری میں موجود قدیم الفاظ کو موجودہ زمانے کی سمجھ سے مشکل جان کر ان کی جگہ پر نئے الفاظ داخل کر دیے اور ان کی ترتیب بھی تبدیل کر دی، تا کہ سچل سرمست اردو زبان کے

جدید شاعر دکھائی دیں۔ لیکن ایسی کوششوں، سے سچل کی اردو شاعری کی بنیادی خوب صورتی خصوصاً زبان کا حلیہ ہمیں تبدیل ملتا ہے۔ مندرجہ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۹۷۰ء میں محکمہ اطلاعات سندھ خیر پور ڈویژن کی جانب سے شایع ہونے والے ''سچل سرمست'' میں ایک مضمون بعنوان ''سندھ کا ایک صاحب حال بزرگ'' میں ناطق بدایونی صفحہ ۸۷ پر لکھتے ہیں:

''سچل سرمست سندھی ہونے کے باوجود اردو پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ اس زمانے میں نہ ریڈیو تھا نہ ٹیلی فون سے رابطہ قائم کر سکتے تھے کہ جس کے ذریعے سچل دہلی اور لکھنو کے اردو شعرا کے کلام سے استفادہ کرتے اور نہ سندھ میں اردو شعراً کا دیوان آنے کا سوال پیدا ہوتا تھا، یہ تائیدِ غیبی تھی کہ سچل اردو شاعری کرتے تھے۔'' سچل کے کلام میں میر تقی میر، محمد رفیع سودا کے رنگ کی جھلک نظر آتی ہے۔''

اس کے بعد ناطق بدایونی نے چند اشعار بطور مثال پیش کیے ہیں، جن میں سے دو شعر مندرجہ ذیل میں مع قدیم ماخذات پیش کیے جاتے ہیں۔

مثال ۱: دوئی کا دین باطل کر نکل باہر مذاہب سے
حکم یہ ایک ایک کا ہر جا میں چلاؤنگا

کس سوں میں کہہ سناؤں میرا یار ہے خیالی
میرا حال پوچھتا نہیں ہے اصل لاو بالی

(بحوالہ مضمون ناطق بدایونی) ۱

دئی کا دین باطل کر نکل باہر مذاہب سوں
حکم یہی ہیکڑائی کا چیپ وار سو چلاؤنگا

(مرزا علی قلی بیگ) ۲

کس نوں میں کہہ سناواں میرا یار ہے خیالی
میرا حال پوچھتا نہیں ہے اصل لاؤ بالی

(نمانو فقیر) ۳

دوئی کا دین باطل ہے نکل باہر تو مذہب سے
یہ وحدت کا ہے حکم اب وار چپ کے سے چلاؤنگا

کس کو میں یہ سناؤں وہ یار ہے خیالی
پوچھے نہ حال میرا کیوں دوست لا اُبالی

(محمد صادق رانی پوری)[4]

دوئی کا دین باطل ہے نکل باہر مذاہب سوں
حکم یہی وحدت کا چپ وراست چلاؤنگا

کس نوں میں کہہ سناواں میرا یار ہے خیالی
میرا حال پوچھتا نہیں ہے اصل لاوبالی

(قاضی علی اکبر درازی)[5]

اگر ان ماخذات پر غور کیا جائے اور ناطق بدایونی کے طرف سے پیش کیے گئے اشعار کو دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ناطق بدایونی کا کم از کم ان ماخذات میں سے کوئی بھی ماخذ نہیں رہا اور یقیناً ان اشعار کے لیے ناطق بدایونی کا بھی کوئی تو ماخذ ہوگا۔ مگر ناطق بدایونی، مرزا علی قلی بیگ، محمد صادق رانی پوری اور قاضی علی گوہر درازی کی طرف سے پیش گئے سچل کے اشعار کو دیکھا جائے تو ان کی تمام زبان ایک جیسی نہیں ہے۔ اس طرح کی مزید کچھ مثالیں مندرجہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

مثال۲: گمان کر ٹوٹ آ دیکھن دئی کر دور وادیسی
جس کی طلب کرتے ہو اوئی تکرار تم ہوگا

(مرزا علی قلی بیگ)[6]

گمان کر ٹوٹ آ دیکھن دوئی کر دور وا دل سے
جس کی طلب کرتے ہو اوئی تکرار تم ہوگا

(ھیمراج وددر محمد)[7]

گمان کو چھوڑ آ دیکھو دُئی کو دور کر دل سے
جس کی طلب کرتے ہو اوئی تکرار تم ہوگا

(نمانوفقیر)۸

مٹا دے وادیء دل سے دوئی دیدار کی دھن میں
طلب جس کو کیا تونے وہی تکرار تو ہوگا

(حکیم محمد صادق رانی پوری)۹

گمان کو چھوڑ کر دیکھو دئی کو دور کر دل سے
جس کی طلب کرتے ہو وہی تکرار تم ہوگا

(قاضی علی اکبر درازی)۱۰

مرزا علی قلی بیگ کے رسالے کو ماخذ کا درجہ دیتے ہوئے مندرجہ بالا شعر پر اگر آپ غور کریں گے تو مرزا علی قلی بیگ سے دوسرے مصرعے میں ھیمراج درمحمد اور نمانو فقیر تو متفق ہیں جب کہ قاضی علی اکبر درازی نے لفظ ''اوئی'' کی جگہ لفظ ''وہی'' استعمال کیا ہے، لیکن جہاں تک پہلے مصرعے کا تعلق ہے تو تمام میں فرق پایا جاتا ہے۔ مرزا علی قلی بیگ لکھتے ہیں ''دئی کر دور وا دیسی'' ھیمراج و درمحمد لکھتے ہیں'' دوئی کر وا دل سے'' جب کہ نمانو فقیر لکھتے ہیں'' دوئی کو دور کر دل سے'' یعنی'' وا'' لفظ نکال دیتے ہیں اور'' کو'' کا استعمال کرتے ہیں۔ محمد صادق رانی پوری پورا مصرعہ تبدیل کر دیتے ہیں اور قاضی علی اکبر درازی شعر کے مصرعہ اول کے پہلے نصف حصے میں ایک تبدیلی کرتے ہیں۔

اگر ان تبدیلیوں کو اس طرح دیکھا جائے تو فرق اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے۔

فرق:

گمان کر ٹوٹ آ دیکھن	(مصرعہ اول) حصہ اول	مرزا علی قلی بیگ اور ھیمراج و درمحمد
گمان کو چھوڑ آ دیکھو	(مصرعہ اول) حصہ اول	نمانو فقیر
مٹا دے وادی دل سے	(مصرعہ اول) حصہ اول	حکیم محمد صادق رانی پوری
گمان کو چھوڑ کر دیکھو	(مصرعہ اول) حصہ اول	قاضی علی اکبر درازی
دئی کر دور وا دیسی	(مصرعہ اول) حصہ آخر	مرزا علی قلی بیگ

دوئی کر دور وادل سے (مصرعہ اول) حصہ اول ھیمراج وددرمحمد
دئی کو دور کر دل سے (مصرعہ اول) حصہ آخر نمانو فقیر اور قاضی علی اکبر درازی
دئی دیدار کے دھن میں (مصرعہ اول) حصہ آخر حکیم محمد صادق رانی پوری
اوئی تکرار (مصرعہ ثانی) حصہ اول مرزا علی قلی بیگ، ھیمراج وددرمحمد، نمانو فقیر
وہی تکرار (مصرعہ ثانی) حصہ اول حکیم محمد صادق رانی پوری، قاضی علی اکبر درازی

مثال۳: نرد کر سر چلا تا ہوں جو رکھ کر خیال خانے کا
بساط برہ کی بازی بلا شک وہی بناؤنگا

(مرزا علی قلی بیگ)[۱۱]

نرد کر سر چلاتا ہوں کھڑا کر خیال خانے کا
بساطِ برہ کی بازی بلاشک وہ بناؤنگا

(ھیمراج وددرمحمد)[۱۲]

نزد کر سر چلاتا ہوں جو رکھ کر خیال خانے کا
بساطِ برہ کی بازی بلاشک وہو بناؤں گا

(نمانو فقیر)[۱۳]

نرد کر سر چلاتا ہوں خیال آتا ہے خانوں کا
بساط عشق کی بازی بلاشک میں بناؤں گا

(حکیم محمد صادق رانی پوری)[۱۴]

نرد کر سر چلا تا ہوں جو رکھ کر خیال خانے کا
بساطے برہ کی بازی بلاشک وہ بناؤنگا

(قاضی علی اکبر درازی)[۱۵]

فرق:

نرد کر (مصرعہ اول) حصہ اول مرزا علی قلی بیگ، ھیمراج وددرمحمد،
حکیم محمد صادق رانی پوری
اور قاضی علی اکبر درازی

نزدکر	(مصرعہ اول) حصہ اول	نمانو فقیر
جورکھ کر خیال خانے کا	(مصرعہ اول) حصہ آخر	مرزا علی قلی بیگ، نمانو فقیر، قاضی علی اکبر درازی
کھڑا کر خیال خانے کا	(مصرعہ اول) حصہ آخر	ھیمراج ودر محمد
خیال آتا ہے خانوں کا	(مصرعہ اول) حصہ آخر	حکیم محمد صادق رانی پوری
برہ کی بازی	(مصرعہ ثانی) حصہ اول	مرزا علی قلی بیگ، ھیمراج ودر محمد، نمانو فقیر، قاضی علی اکبر درازی
عشق کی بازی	(مصرعہ ثانی) حصہ اول	محمد صادق رانی پوری
وہی بناؤنگا	(مصرعہ ثانی) حصہ آخر	مرزا علی قلی بیگ
وہ بناؤنگا	(مصرعہ ثانی) حصہ آخر	ھیمراج ودر محمد، قاضی علی اکبر درازی
وہو بناؤنگا	(مصرعہ ثانی) حصہ آخر	نمانو فقیر
میں بناؤنگا	(مصرعہ ثانی) حصہ آخر	حکیم محمد صادق رانی پوری

مثال۴: کہا ہے پیر یوں مجھ کوں نہ ہوتا غیر حق کا تم
ولا موجود الا ھو نغارا یہی لگاؤنگا

(مرزا علی قلی بیگ)١٦

کہا ہے پیر یوں مجھ کوں نہ ہوگا غیر حق کا تم
ولا موجود الا ھو نغارا یہی لگاؤنگا

(ھیمراج ودر محمد)١٧

کہا ہے پیر یوں مجھ کوں، نہ ہونا غیر حق کا تم
ولا موجو د الا ھو نغارا یہی لگاؤنگا

(نمانو فقیر)١٨

بتایا مجھ کو مرشد نے نہیں تم غیر حق ہرگز
ولا موجو د الا ھو یہ نقارہ بجاؤنگا

(حکیم محمد صادق رانی پوری)١٩

کہا ہے پیر یوں مجھ کو نہیں تم غیر حق ہرگز
ولا موجود الا ھو نقارہ یہ بجاؤنگا

(قاضی علی اکبر) ۲۰

فرق:

مجھ کوں	(مصرعہ اول)	مرزا علی قلی بیگ، میمراج ودرمحمد، نمانوفقیر
مجھ کو	(مصرعہ اول)	حکیم محمد صادق رانی پوری، قاضی علی اکبر درازی
نہ ہونا غیر حق کا تم	(مصرعہ اول)	مرزا علی قلی بیگ
نہ ہوگا غیر حق کا تم	(مصرعہ اول)	میمراج ودرمحمد
نہ ہونا غیر حق کا تم	(مصرعہ اول)	نمانوفقیر
نہیں تم غیر حق ہرگز	(مصرعہ اول)	حکیم محمد صادق رانی پوری، قاضی علی اکبر درازی
نغارا یہی لگاؤنگا	(مصرعہ ثانی)	مرزا علی قلی بیگ، میمراج ودرمحمد، نمانوفقیر
یہ نقارا بجاؤنگا	(مصرعہ ثانی)	حکیم محمد صادق رانی پوری
نقارہ یہ بجاؤنگا	(مصرعہ ثانی)	قاضی علی اکبر درازی

سچل سرمست کے اردو کلام میں اس طرح کی تبدیلیاں کوئی اچھا شگون نہیں ہے، کیوں کہ اس طرح لسانیات کے حوالے سے ان کے کلام کی اصلیت اور ساتھ ہی پیغام متاثر ہونے کے خدشات بڑھ جاتے ہیں اور ویسے بھی سچل اٹھارویں صدی کے شاعر ہیں اور اس صدی میں اردو شاعر کی جو زبان تھی آج کے اردو شاعر سے اس کا مختلف ہونا ایک فطری بات ہے۔ مثلاً اٹھارویں صدی میں اردو زبان میں ترے (تیرے) لفظ کے ساتھ ساتھ تجھ، کی کے ساتھ ساتھ کوں، سے کے ساتھ ساتھ، سوں یا سیں، آنکھوں کے ساتھ ساتھ، انکھیاں آنکھیاں جیسے الفاظ کا استعمال شعرا کے ہاں عام تھا۔

مثلاً اردو کے مشہور شاعر ولی کے کلام میں بھی ان الفاظ کا استعمال عام ہے۔

☆ حسن تھا پردۂ تجرید میں سب سوں آزاد
طالب عشق ہوا صورت انسان میں آ

☆ آج کی رین مجھ کوں خواب نہ تھا
دونوں انکھیاں میں غیر آب نہ تھا

☆ ولی تجھ شعر کوں سنتے ہوئے ہیں مست اہل دل
اثر ہے شعر میں ترے شراب پرتگالی کا

ولی دکنی (دیوان ولی) ۲۱

اسی طرح ملا وجہی جو اوائل سترھویں صدی کے مشہور شاعر ہیں ان کے چند اردو اشعار ملاحظہ ہوں:

☆ اپی دیس اہے ہور آپچ رات
اپی جھاڑ اہے ہور آپچ پات

☆ اپی پھول اپی پھل اپی بن اہے
اپی چاند اپی سور اپی کھن اہے

☆ غرض ایک آپچ سب ٹھار اہے
اسی نور کا سب میں جھلکار اہے

ملا وجہی (قطب مشتری) ۲۲

اگر ملا وجہی کے ان اشعار میں موجود الفاظ کا مطلب مروج اردو الفاظ میں نہ تحریر کیا جائے تو آجکل عام اردو بولنے والے کو قطعاً یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ ان اشعار کا مطلب کیا ہے، یا ان میں کیا پیغام موجود ہے۔ اس لیے سچل سرمست کے اردو کلام میں سے بھی قدیم الفاظ کو نکال کر جدید الفاظ داخل کرنے کے بجائے، یا ان کی ترتیب بدلنے کے بجائے اس کو اپنے اصلی رنگ و زبان میں قائم رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے کلام میں موجود پیغام و اس میں پائی جانے والی وسعت، صوفیانہ اور اخلاقی مضامین، بلند پروازی، جذباتی کشمکش، جوش

وستی، بے باکی، اور اردو زبان پر عبوریت کو تشریح اور تفسیر کے ذریعے عام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ نہ صرف موجودہ بلکہ آنے والی نسلیں بھی اس سے استفادہ کرتی رہیں۔

حوالہ جات

۱۔ "سچل سرمست" (سندھ کا ایک صاحب حال بزرگ)، ناطق بدایونی، محکمہ اطلاعات، حکومت سندھ، ۱۹۷۰ء، ص ۸۷۔
۲۔ "رسالو سچل سائین" جو، مرزا علی قلی بیگ، ماسٹر ہرسنگھ بوک سیلرز سکھر ۱۹۰۲ء، ص ۴۱۔
۳۔ "سچل جو کلام"، نمانو فقیر، طبع اول بڑودا ہندستان ۱۹۵۲ء، ص ۱۳۸۔
۴۔ "سچل جو سرائکی کلام"، مولوی حکیم محمد صادق رانی پوری، سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد۔ ۱۹۵۹ء ص ۳۶۰۔
۵۔ "سچل سرمست شاعر ہفت زبان"، قاضی علی اکبر دارزی، سچل سرمست کوآپریٹو اکادمی لمیٹڈ ۱۹۶۶ء ص ۸۸۔ ۱۰۷۔
۶۔ "رسالو سچل سائین جو"، مرزا علی قلی بیگ، ص ۲۰۳۔
۷۔ "رسالو سچل سائین جو"، ھیمراج وردمحمد، پوکرداس تاجر کتب شکارپور ۱۹۱۰ء ص ۲۵۵۔
۸۔ "سچل جو کلام"، نمانو فقیر، ص ۱۷۷۔
۹۔ "سچل جو سرائیکی کلام"، حکیم محمد صادق رانی پوری، ص ۳۵۶۔
۱۰۔ "سچل سرمست شاعر ہفت زبان"، قاضی علی اکبر درازی، ص ۸۹۔
۱۱۔ "رسالو سچل سائیں جو"، مرزا علی قلی بیگ، ص ۲۲۲۔
۱۲۔ "رسالو سچل سائیں جو"، ھیمراج وردمحمد، ص ۲۵۸۔
۱۳۔ "سچل جو کلام"، نمانو فقیر، ص ۲۶۳۔
۱۴۔ "سچل جو سرائیکی کلام"، حکیم محمد صادق رانی پوری، ص ۳۶۰۔
۱۵۔ "سچل سرمست شاعر ہفت زبان"، قاضی علی اکبر درازی، ص ۸۸۔
۱۶۔ "رسالو سچل سائیں جو"، مرزا علی قلی بیگ، ص ۲۲۲۔
۱۷۔ "رسالو سچل سائیں جو"، ھیمراج وردمحمد، ص ۲۵۸۔
۱۸۔ "سچل جو کلام"، نمانو فقیر، ص ۲۶۳۔
۱۹۔ "سچل جو سرائیکی کلام"، حکیم محمد صادق رانی پوری، ص ۳۶۰۔
۲۰۔ "سچل سرمست شاعر ہفت زبان"، قاضی علی اکبر درازی، ص ۸۸۔
۲۱۔ "دیوان ولی"، مرتب صبا ایم اے، لاہور، خیام پبلشرز، چوک اردو بازار، ۱۹۹۹ء، ص ۲۳، ۲۶، ۳۷۔
۲۲۔ "قطب مشتری"، ملا وجہی، کتابیات، عشرت پبلشنگ، ۱۹۹۳ء، حمدیہ اشعار۔

کتابیات

۱۔ جوہیمراج وددرمحمد، ''رسالو سچل سائین''، شکارپور، سندھ، پوکرداس تاجر کتب، ۱۹۱۰ء۔

۲۔ صبا، ایم۔اے: مرتب، ''دیوانِ ولی''، لاہور، خیام پبلی شرز، ۱۹۹۹ء۔

۳۔ علی قلی بیگ، مرزا: ''رسالو سچل سائین''، سکھر، ناشر، ماسٹر ہری سنگھ، ۱۹۰۲ء۔

۴۔ قاضی علی اکبر دارزی: سچل سرمست شاعرِ ہفت زبان''، سچل سرمست کوآپریٹو اکادمی لمیٹڈ، ۱۹۶۶ء۔

۵۔ محمد صادق رانی پور، حکیم، ''سچل جو سرائیکی کلام''، حیدرآباد کراچی، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۹ء۔

۶۔ محکمۂ اطلاعات، سندھ: مرتب ''سچل سرمست''، خیرپور ڈویژن، ۱۹۷۰ء۔

۷۔ ملا وجہی: ''قطب مشتری''، لاہور، عشرت پبلشنگ، ۱۹۹۳ء۔

۸۔ نمانو فقیر: ''سچل جو کلام''، طبع اوّل، بڑودا ہندوستان، ۱۹۵۲ء۔

O ------- O